www.KitaboSunnat.com

ابو الفوزان کفایت اللہ سنابلی

ماہِ ربیع الاوّل اور عید میلاد

(۱) 'عیدِ میلاد' کی تاریخ

'عید میلاد' کے موجد

عہدِ نبوی ﷺ، عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم، نیز تابعین عظام اور اُن کے بعد کے ادوار میں 'عیدِ میلاد' کا کوئی تصور نہیں تھا، بلکہ یہ بدعت بہت بعد میں ایجاد ہوئی، یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار میلاد منانے والے بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جب یہ بات مسلّم ہے کہ اس عمل کی ایجاد بعد میں ہوئی تو ہمیں یہ ضرور پتہ لگانا چاہیے کہ اس کی ایجاد کب ہوئی؟ اور اسے ایجاد کرنے والے کون لوگ تھے؟ اس سلسلے میں جب ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس بدعت کی ایجاد فاطمی دور (۳۶۲ھ - ۵۶۷ھ) میں ہوئی اور اسے ایجاد کرنے والے بھی فاطمی خلفا ہی تھے، احمد بن علی بن عبد القادر (متوفی ۸۴۵ھ) لکھتے ہیں:

وكان للخلفاء الفاطميين في طول السنة أعياد ومواسم وهي موسم رأس السنة، موسم أوّل العام، ويوم عاشوراء، ومولد النبي ﷺ...[1]

یعنی ''فاطمی خلفا کے یہاں سال بھر میں کئی طرح کے جشن اور محفلوں کا انعقاد ہوتا تھا اور وہ یہ ہیں: سال کے اختتام کا جشن، نئے سال کا جشن، یوم عاشورا کا جشن، اور میلاد النبی ﷺ کا جشن۔''

اور تقریباً یہی بات احمد بن علی بن احمد فزاری (متوفی: ۸۲۱ھ) نے کچھ یوں نقل کی ہے:

اَلْجُلُوسُ الثَّالِث جُلوسه فِي موْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الثَّانِي عَشَرَ مِنْ شَهرِ

۱ الخطط المقریزیہ: ۱/ ۴۹۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبِيْع الأَوَّلِ وَكَانَ عَادَتهُمْ فِيهِ أَنْ يَّعمَلَ فِي دَارِ الْفِطْرَةِ عِشْرُونَ قِنطَارًا مِنَ السُّكَّرِ الفَائِقِ حلْوىٰ مِنْ طَرَائِفِ الأَصْنَافِ، وَتَعبّى فِي ثَلاثَ مِائَة صِيْنِية نُحَاسٍ. فَإِذَا كَانَ لَيلَةُ ذٰلِكَ الـموْلِد، تَفَرَّقَ فِي أَرْبَابِ الرُّسُوْم: كَقَاضِي الْقُضَاةِ، وَدَاعِي الدُّعَاةِ، وَقُرّاء الْحَضرَةِ، وَالخُطَبَاء، وَالمتَصَدّرِينْ بِالجَوامِع القَاهِرَةِ وَمِصرَ، وَقَومة الْمُشَاهِدِ وَغَيْرهم مِمَّن لَه اسْم ثَابت بِالدِّيوَانِ[1]

''تیسرا جلوس ربیع الاوّل کو میلاد النبی ﷺ کا نکالا جاتا تھا۔ اس جلوس میں ان کا طریقہ یہ تھا کہ 'دار الفطرہ' میں ۲۰ قنطار عمدہ شکر سے مختلف قسم کا حلوہ تیار کیا جاتا اور پیتل کے تین سو برتنوں میں ڈالا جاتا اور جب میلاد کی رات ہوتی تو اس حلوہ کو مختلف ذمہ داران مثلاً قاضی القُضاۃ، داعی الدُعاۃ، قرا، واعظین، قاہرہ اور مصر کی جامع مساجد کے صدور، مزاروں کے مجاور و نگران اور دیگر ایسے لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا جن کا نام رجسٹرڈ ہوتا۔''

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

''اسلام میں میلاد کی مجلسوں کا رواج غالباً چوتھی صدی سے ہوا۔''[2]

مذکورہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ 'عید میلاد' فاطمی دور (۳۶۲ھ - ۵۶۷ھ) میں ایجاد ہوئی اور اسے ایجاد کرنے والے فاطمی خلفا ہی تھے۔[3]

فاطمی خلفا کی حقیقت

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ اس بدعت کو ایجاد کرنے والے فاطمی خلفا حقیقت میں کون تھے؟ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ فاطمی خلفا، آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہرگز نہیں تھے، بلکہ یہ لوگ یہودیوں اور مجوسیوں کی اولاد تھے اور اسلام کے کٹر دشمن تھے، اُنھوں نے اسلام کو مٹانے کے لیے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا اور سراسر جھوٹ اور فریب کا سہارا لیتے ہوئے اپنے آپ کو فاطمی النسل ظاہر کیا، لیکن علمائے وقت نے اُن کے اس جھوٹ

۱ صبح الاعشیٰ : ۳/ ۵۷۶

۲ سیرۃ النبی : ۳/ ۶۶۴

۳ تفصیل کے لئے دیکھیے: البدع الحولیہ: ص ۱۳۷ تا ۱۵۱

2014

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا پردہ چاک کر دیا اور صاف اعلان کر دیا کہ یہ لوگ فاطمی النسل ہرگز نہیں ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں:

وأهل العلم بالأنساب من المحققين ينكرون دعواه في النسب[1]

''ماہر انساب محقق علما نے ان کے فاطمی النسل ہونے کے دعوی کی تردید کی ہے۔''

بلکہ ۴۰۲ھ میں تو اہل سنّت کے اکابر کا ایک اجلاس ہوا جس میں چوٹی کے محدثین، فقہا، قاضیوں اور دیگر بزرگان نے شرکت کی اور سب نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیا کہ خود کو فاطمی النسل ظاہر کرنے والے خلفا جھوٹے اور مکار ہیں، اہل بیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، پھر علما کے اس متفقہ فیصلہ کو تحریری شکل میں لکھا گیا اور تمام لوگوں نے اس پر دستخط کیے۔[2] علما کی اس متفقہ تحریر میں فاطمیوں کی حقیقت ان الفاظ میں واضح کی گئی:

هٰذا الحاكم بمصر-هو وسلفه- كفار فساق فجار، ملحدون زنادقة، معطلون، وللإسلام جاحدون، ولمذهب المجوسية والثنوية معتقدون، قد عطلوا الحدود، وأباحوا الفروج، وأحلوا الخمر، وسفكوا الدماء، وسبوا الأنبياء، ولعنوا السلف، وادعوا الربوبية وكتب في سنة اثنتين وأربع مائة للهجرة، وقد كتب خطه في المحضر خلق كثير[3]

''مصر کا یہ بادشاہ حاکم اور اس کے تمام سابقہ سربراہان، کافر، فاجر، فاسق، ملحد، زندیق، فرقہ معطلہ سے تعلق رکھنے والے، اسلام کے منکر اور مذہبِ مجوسیت اور ثنویت کے معتقد تھے۔ ان تمام لوگوں نے حدودِ شرعیہ کو بے کار اور حرام کاریوں کو مباح کر دیا تھا۔ مسلمانوں کا خون بے دردی سے بہایا، انبیاے کرام کو گالیاں دیں، اسلاف پر لعنتیں بھیجیں، خدائی کے دعوے کیے۔ یہ ساری باتیں ۴۰۲ھ میں ہر طبقہ کے بے شمار آدمیوں کی موجودگی میں لکھی گئی ہیں اور بہت سے لوگوں نے اس پر دستخط کیے ہیں۔''

۱ وفیات الاعیان: ۳/ ۱۱۷، ۱۱۸

۲ البدایہ والنہایہ: ۱۱/ ۳۶۱، ۳۶۰، اور اس کا اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیر: ۱۱/ ۷۷۹، ۷۸۰

۳ البدایہ والنہایہ: ۱۱/ ۳۶۱، اور اس کا اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیر: ۱۱/ ۷۸۰، ۷۷۹، مذکورہ ترجمہ اسی کتاب کا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی پر بس نہیں بلکہ بعض علما نے اپنی بعض کتابوں میں ان کے کفر و فسق پر خصوصی بحث کی ہے، مثلاً امام غزالی نے اپنی کتاب 'فضائح الباطنیہ' میں ایک خصوصی بحث کرتے ہوئے اُنہیں خالص کافر قرار دیا۔[1]

بلکہ بعض علما نے تو ان کے خلاف مستقل کتاب لکھ ڈالی ہے مثلاً امام قاضی ابو بکر باقلانیؒ نے کشف الأستار وھتك الأستار نامی کتاب لکھی اور اس میں ثابت کیا کہ فاطمی، مجوسیوں کی اولاد ہیں اور ان کا مذہب یہود و نصاریٰ کے مذہب سے بھی بدتر ہے۔

یہ تو علماے اہل سنت کا فیصلہ ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ وہ معتزلہ اور شیعہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے افضل کسی کو نہیں سمجھتے، اُنہوں نے بھی فاطمیوں کو کافر اور منافق قرار دیا ہے۔[2]

غرض یہ کہ جمہور اُمت نے انہیں کافر و فاسق قرار دیا ہے، علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

وكذلك النسب قد علم أن جمهور الأمة تطعن في نسبهم، ويذكرون أنهم من أولاد المجوس أو اليهود، هٰذا مشهور من شهادة علماء الطوائف من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة وأهل الحديث وأهل الكلام، وعلماء النسب والعامة وغيرهم[3]

یعنی ''اسی طرح فاطمیوں کا نسب بھی جھوٹا ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جمہور اُمت فاطمیوں کے نسب کو غلط قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ مجوسیوں یا یہودیوں کی اولاد ہیں، یہ بات مشہور و معروف ہے۔ اس کی گواہی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، اہل حدیث، اہل کلام کے علماے نسب کے ماہرین اور عوام و خواص سب دیتے ہیں۔''

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ 'عید میلاد' کی ایجاد کرنے والے مسلمان نہ تھے بلکہ یہ یہودیوں اور مجوسیوں کی ایجاد ہے، اُنہوں نے گہری سازش کرکے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور اپنی حقیقت چھپانے کے لیے خود کو فاطمی النسل کہا اور اپنے اس دعویٰ کو مضبوط بنانے کے لئے 'عید میلاد' کا ڈرامہ کھیلا تاکہ لوگوں کو یقین ہوجائے کہ واقعی یہ لوگ اہل بیت

1 فضائح الباطنیہ: ۱/۳۷

2 مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۵/۱۲۹

3 مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۵/۱۲۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ہیں اور نبی کریم ﷺ سے محبت کا ڈھونگ رچایا۔

مسلمانوں میں اس بدعت کا رواج

فاطمی دور کے مسلمانوں نے یہودیوں کی ایجاد کردہ بدعت کو قبول نہیں کیا اور یہ بدعت صرف فاطمی خلفا ہی تک محدود رہی، لیکن تقریباً دوسو سال کے بعد عمر بن محمد نام کا ایک مُلّا اور مجہول الحال شخص ظاہر ہوا اور اُس نے اس یہودی بدعت کی تجدید کی، اور ابوسعید الملک المعظم مظفر الدین بن زین الدین کوکبوری نامی بادشاہ جو ایک فضول خرچ اور بداخلاق بادشاہ تھا، لہو ولعب، اور گانے باجے کا رسیا تھا، بلکہ خود بھی ناچتا تھا[1]۔

اس بد خلق بادشاہ نے اس بدعت کو مسلمانوں میں رائج کیا۔ اس کے بعد ابو الخطاب بن دحیہ نامی ایک کذاب اور بد دماغ شخص نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اس موضوع پر ایک کتاب لکھ ڈالی۔ پوری دنیا میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جسے اس کذاب نے تالیف کیا، اس مؤلف کو تمام ائمہ نے متفق ہو کر 'کذاب' قرار دیا ہے۔ ابن نجار کہتے ہیں:

رأيت الناس مجتمعين علیٰ كذبه ووضعه وادعائه لسمع ما لم يسمعه ولقاء من لم يلقه[2]

”تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابن دحیۃ جھوٹا اور حدیثیں گھڑنے والا ہے اور یہ ایسے شخص سے سننے کا دعوی کرتا ہے جس سے ہرگز نہیں سنا اور ایسے شخص سے ملاقات کا دعوی کرتا ہے جن سے وہ ہرگز نہیں ملا۔“

اور حافظ ابن حجرؒ اس کے بارے محدثین کا فیصلہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كثير الوقيعة في الأئمة وفي السلف من العلماء، خبيث اللسان أحمق شديد الكبر[3]

”ابن دحیہ ائمہ اور علمائے سلف کی شان میں بہت زیادہ گستاخی کرنے والا، بدزبان، احمق اور بڑا متکبر تھا۔“

۱ تاریخ مرآۃ الزمان؛ وفیات الاعیان بحوالہ تاریخ میلاد: ص ۲۶،۲۵

۲ لسان المیزان: ۴/ ۲۹۵

۳ لسان المیزان: ۴/ ۲۹۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"ابن دحیہ اپنی عقل سے فتویٰ دے دیتا پھر اس کی دلیل تلاش کرنے لگ جاتا اور جب اسے کوئی دلیل نہ ملتی تو اپنی طرف سے حدیث گھڑ کے پیش کر دیتا، مغرب میں قصر کرنے کی حدیث اُسی نے گھڑی ہے۔"[1]

قارئین کرام! یہ ہے 'عید میلاد' کی تاریخ، یہ یہودیوں کی ایجاد ہے اور اسے مسلمانوں میں ان لوگوں نے رائج کیا جو بداخلاق، احمق اور کذاب تھے، اگر کوئی صرف انہیں باتوں پر غور کرلے تو وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ اسلام میں اس بدعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۲) 'عید میلاد' کی شرعی حیثیت

قرآن وحدیث کی رو سے اس بات میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ 'عید میلاد' بدعات میں سے ایک بدترین بدعت ہے۔ بہت سارے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ قرآن وحدیث میں اگر عید میلاد کا حکم نہیں ہے تو اس کی ممانعت بھی نہیں ہے، حالانکہ یہ غلط خیال ہے، کیونکہ عید میلاد کی ممانعت اور اس کا بطلان قرآن وحدیث دونوں میں موجود ہے، لیکن قرآن وحدیث کی یہ دلیلیں دیکھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قرآن وحدیث میں بعض چیزوں کو عام طور پر باطل قرار دیا گیا ہے اور کسی خاص چیز کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ لہٰذا یہاں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہیں ہے، مثال کے طور پر پوری اُمّتِ اسلامیہ کے نزدیک کافر قرار پانے والے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود بھی پوری اُمت کا ماننا ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے قادیانی کی نبوت باطل ہے، کیونکہ قرآن میں جو یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، یعنی آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، اس کی نبوت باطل ہے، تو اس بطلان میں مرزا قادیانی کی نبوت بھی شامل ہے۔ اسی طرح حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، یعنی آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، اس کی نبوت باطل ہے تو اس بطلان میں قادیانی کی نبوت بھی شامل ہے۔ ٹھیک اسی طرح عید میلاد بھی

۱ تدریب الراوی: ۱/۲۸۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن وحدیث کی رو سے باطل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔"[1]

یعنی اب اگر کوئی دین میں کسی نئی چیز کا دعوی کرے گا تو وہ باطل ہے، عید میلاد بھی دین میں نئی چیز ہے لہٰذا قرآن کی اس آیت کی روشنی میں باطل ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس نے بھی ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی، وہ مردود ہے"[2]

اور عید میلاد بھی دین میں نئی چیز ہے، لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں باطل ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو۔"[3]

یعنی دین میں جس عمل کا حکم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نہ دیں، اُسے مت کرو۔ عید میلاد منانے کا حکم نہ اللہ نے دیا، نہ اس کے رسول ﷺ نے۔ لہٰذا قرآن کی اس آیت میں عیدِ میلاد سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"دین میں نئی چیزیں مت ایجاد کرو۔"[4]

یعنی دین میں جس عمل کا حکم نہ ہو، اسے مت کرو۔ عید میلاد منانے کا حکم دین میں نہیں ہے لہٰذا اس حدیث میں بھی عید میلاد سے منع کیا گیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عید میلاد قرآن وحدیث کی روشنی میں باطل اور ممنوع ہے لہٰذا اب یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ عید میلاد منانے کا حکم نہیں ہے تو اس سے منع بھی نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ قرآن وحدیث سے اس کا بطلان اور اس کی ممانعت پیش کی جا چکی ہے۔ واضح رہے کہ جہاں تک رسول اکرم ﷺ سے محبت کا تعلق ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں، بلکہ حدیثِ رسول ﷺ کے مطابق ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کے رسول ﷺ اس کے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ

١ سورۃ المائدۃ:٣
٢ صحیح بخاری:٢٦٩٧
٣ سورۃ الحجرات:١
٤ سنن ابوداؤد:٤٦٠٧

.2014

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں، لیکن محبت کا طریقہ کتاب و سنت سے ثابت ہونا چاہیے۔

(۳) عید میلاد کے دلائل کا جائزہ

عید میلاد منانے والے ایک طرف تو اسے 'بدعتِ حسنہ' کہتے ہیں، یعنی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اس کا حکم قران و حدیث میں نہیں ہے بلکہ یہ بعد کی ایجاد یعنی بدعت ہے، لیکن بدعتِ حسنہ ہے، مگر دوسری طرف قرآن و حدیث سے اس کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں، یہ عجیب تضاد ہے! کیونکہ اگر اس کے دلائل قرآن و حدیث میں ہیں تو یہ بدعت حسنہ نہیں بلکہ سنت ہے، اور اگر یہ بدعتِ حسنہ ہے تو قرآن و حدیث میں اس کے دلائل کا ہونا ممکن ہی نہیں، صرف اسی بات پر غور کر لینے سے وہ تمام دلائل بے معنیٰ ہو جاتے ہیں جو میلاد کے جواز میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور بات قابل غور ہے کہ اگر قرآن و حدیث میں عید میلاد کا حکم ہے تو یہ حکم سب سے پہلے کس کو ملا؟ ظاہر ہے کہ صحابہؓ کرام کو، پھر سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس حکم پر عمل کیوں نہ کیا؟ اس کے دو ہی جواب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ صحابہ کرام نے اس حکم کی نافرمانی کی، یہ ماننے کی صورت میں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کا ارتکاب ہو گا و نعوذ باللہ من ذلك۔ اور دوسرا یہ کہ قرآن و حدیث میں یہ حکم موجود ہی نہیں، اسی لیے صحابہ کرام نے اس پر عمل نہ کیا، یہ ماننے کی صورت میں صحابہ کی عظمت برقرار رہتی ہے، لیکن پھر یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کے دلائل ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ کچھ لوگ اس سیدھی سادھی بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور قرآن و حدیث سے زبردستی عید میلاد کے دلائل کشید کرتے ہیں۔ اس قسم کے دلائل بہت پیش کیے جاتے ہیں، مذکورہ تفصیل سے ایسے تمام دلائل کی حقیقت واضح ہو گئی، ان پر مزید کچھ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن پھر بھی ہم بعض دلائل پر خصوصی بحث کرتے ہیں تا کہ بات مزید واضح ہو جائے۔

غلط فہمی نمبر ۱

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۝﴾[1]

''کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ساتھ، پس اس کے ساتھ وہ خوش ہو جائیں، وہ اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کرتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت پر خوش ہونے کا حکم دے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں، لہٰذا اُن کی آمد پر سب سے زیادہ خوشی منانی چاہیے۔

وضاحت

اوّلاً: اس آیت میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے۔ ہاں اس سے پچھلی آیت میں نزول قرآن اور نزولِ ہدایت کا ذکر ضرور ہے۔

ثانیاً: اس آیت میں جس فضل ورحمت کا تذکرہ ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے مراد کتاب وسنت کو بتلایا ہے۔ جناب ایفع بن عبد سے مروی ہے کہ

لَمَّا قَدِمَ خَرَاجُ الْعِرَاقِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَرَجَ عُمَرُ وَمَوْلًى لَهُ، فَجَعَلَ عُمَرُ يَعُدُّ الْإِبِلَ، فَإِذَا هِيَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ، وَجَعَلَ عُمَرُ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَجَعَلَ مَوْلَاهُ يَقُولُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَذَا وَاللّٰهِ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَقَالَ عُمَرُ: كَذَبْتَ، لَيْسَ هُوَ هَذَا، يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ﴾ يَقُولُ: بِالْهُدَى وَالسُّنَّةِ وَالْقُرْآنِ، فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا، هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ، وَهَذَا مِمَّا يَجْمَعُونَ[2]

''جب عراق کا خراج عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کے ساتھ نکلے اور اونٹوں کا شمار کرنے لگے جو بہت زیادہ تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ کا شکر ہے۔'' اوران کا غلام بولا: ''اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! یہ اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت ہے۔'' تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تو نے غلط کہا، ایسا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ''کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے

،2014

۱ سورۃ یونس: ۵۸

۲ حلیۃ الاولیا: ۵/ ۱۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ، پس اس کے ساتھ وہ خوش ہو جائیں۔"یعنی ہدایت، سنت اور قرآن سے خوش ہو جائیں، اس لیے اسی ہدایت، سنت اور قرآن سے خوش ہو جاؤ اور یہ (ہدایت اور قرآن و سنت) تمہاری جمع کردہ چیزوں سے بہتر ہے۔ اور یہ (اونٹ وغیرہ تو) وہ ہیں جنہیں لوگ جمع کرتے ہیں۔"

ثالثاً: لغتِ عرب میں فرحت، خوشی محسوس کرنے کو کہتے ہیں، خوشی یا جشن منانے کو نہیں۔ خوش ہونا اور چیز ہے، اور خوشی یا جشن منانا اور چیز ہے۔ ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾[1]

"رسول اللہ ﷺ (کے ساتھ غزوہ تبوک پر جانے کے بجائے آپ ﷺ) سے پیچھے رہنے والے خوش ہوئے۔"

تو کیا منافقین نے جشن منایا اور ریلیاں نکالی تھیں یا دلی خوشی محسوس کی تھی؟

رابعاً: اگر یہ آیت واقعی جشن منانے کی دلیل ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین وائمہ دین نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟

غلط فہمی نمبر ۲

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝﴾[2]

"عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے اللہ! اے ہمارے ربّ! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما جو ہمارے اوّل و آخر سب کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشانی ہو۔ اور ہمیں رزق دے اور تو ہی سب رزق دینے والوں میں بہترین رزق دینے والا ہے۔"

اس آیت میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مائدہ کے نازل ہونے کے دن کو عید کا دن قرار دے

۱ سورۃ التوبہ: ۸۱

۲ سورۃ المائدہ: ۱۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں۔ تو ہم آمد رسول ﷺ کے دن کو عید کا دن کیوں نہیں قرار دے سکتے؟

وضاحت

اس آیت کو عید میلاد النبی ﷺ پر دلیل بنانا غلط ہے، کیونکہ

اوّلاً: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مائدہ کو عید قرار دے رہے ہیں، نہ کہ مائدہ نازل ہونے کے دن کو، کیونکہ ﴿تَكُونُ لَنَا عِيدًا﴾ میں کلمہ تکون واحد مؤنث کا صیغہ ہے جس کا مرجع مائدہ ہے اور مائدہ کا نزول باعثِ خوشی ہے نہ کہ باعثِ جشن۔

ثانیاً: اگر یہاں سے عید مراد لے بھی لی جائے تو پھر ہر مائدہ کے نزول پر عید منانا لازم آتا ہے اور نزولِ مائدہ والا یہ کام تو روزانہ بلا ناغہ صبح و شام ہوتا تھا۔ اور پھر عید منانے اور جشن منانے میں بہت فرق ہے۔ مسلمانوں کی عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی رسول اللہ ﷺ سے جشن منانا یا ریلیاں اور جلوس نکالنا ثابت نہیں، فتدبّر...!

غلط فہمی نمبر ۳

کہا جاتا ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے کسی رشتہ دار نے اُسے بہت بری حالت میں دیکھا اور پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا: تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہ پائی سوائے اِس کے کہ مجھے پیر کے دن انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی کے بیچ سے کچھ پینے کو مل جاتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ چیز دودھ اور شہد تھی۔

وضاحت

اوّلاً: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کو عروہ نے بیان کیا ہے، لیکن اُنہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اُنہیں یہ روایت کہاں سے ملی؟ اور کس سے سنا؟... لہٰذا یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ روایت قرآنی بیان کے خلاف ہے، کیونکہ اس روایت سے معلوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کہ اُس کے ہاتھ اور اُس کی انگلیاں صحیح سلامت ہیں بلکہ کوئی چیز پینے کے بھی قابل ہیں، جب کہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ [1]

مولانا احمد رضا صاحب اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔" [2]

اور پیر محمد کرم شاہ سجادہ نشین اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔" [3]

غور کیجیے کہ جب قرآنی بیان کے مطابق ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ و برباد ہو چکے ہیں تو پھر اسے دودھ اور شہد پینے کے لئے ہاتھ اور انگلیاں کہاں سے نصیب ہو گئیں؟ اب کس کا بیان صحیح ہے.... مذکورہ روایت کا یا قرآن مجید کا؟

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ روایت شرعی احکام کے بھی خلاف ہے، کیونکہ شریعت کی نظر میں بعض جرائم ایسے ہیں کہ ان کا ارتکاب کرنے والے شخص کے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور اسے کسی بھی عمل کا کوئی فائدہ نہیں ملتا، مثلاً شرک اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کے بارے میں فرمایا:

"اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے، وہ سب اکارت ہو جاتے۔" [4]

بلکہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی فرمایا:

"اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل بھی ضائع ہو جائے گا۔" [5]

اور اس میں کسی کو شک نہیں کہ ابولہب نے شرک جیسے عظیم جرم کا ارتکاب کیا۔ اسی طرح ابولہب نے کفر بھی کیا اور یہ جرم بھی اعمال کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱ سورۃ المسد: ۱

۲ کنز الایمان: ترجمہ سورۂ مسد، آیت ۱

۳ تفسیر ضیاء القرآن: ترجمہ سورہ مسد، آیت ۱

۴ سورۃ الانعام: ۸۸

۵ سورۃ الزمر: ۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جو ایمان کا منکر و کافر ہے، اس کے اعمال ضائع اور برباد ہیں۔“[1]

اسی طرح ابولہب نے اللہ کی وحی کو ناپسند کیا اور یہ جرم بھی اعمال کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں، پس اللہ نے ان کے اعمال ضائع و برباد کر دیے۔“[2]

اسی طرح ابولہب نے اللہ کے رسول ﷺ سے دشمنی کی ہے اور یہ جرم بھی اعمال کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”جن لوگوں نے کفر کیا، اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت ظاہر ہو چکی۔ یہ ہرگز ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اللہ ایسے لوگوں کے اعمال برباد کر دے گا۔“[3]

اسی طرح ابولہب نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے آواز بلند کی ہے اور یہ جرم بھی اعمال کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔“[4]

غور کیجیے کہ مذکورہ جرائم میں سے جب صرف کسی ایک کے ارتکاب سے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں تو ابولہب جیسا ملعون شخص تو ان سارے جرائم کا مرتکب ہے، ایسے بھیانک مجرم کی تو پہاڑ و سمندر جیسی نیکیاں بھی برباد ہو جائیں گی، چہ جائے کہ ایک پل کی اظہارِ خوشی اسے کوئی فائدہ پہنچا سکے! معلوم ہوا کہ شریعت کی رو سے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ابولہب کو اس کے کسی بھی عمل کا کوئی فائدہ پہنچ سکے، لہٰذا مذکورہ روایت صحیح ہو ہی نہیں سکتی۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت تاریخی حقیقت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اس میں یہ

۱ سورۃ المائدۃ: ۵
۲ سورۃ محمد: ۹
۳ سورۃ محمد: ۳۲
۴ سورۃ الحجرات: ۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان ہوا ہے کہ ابولہب نے آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت اپنی لونڈی ثوبیبہ کو آزاد کیا جبکہ تاریخی بیان یہ ہے کہ ابولہب نے ثوبیبہ کو آپ ﷺ کی پیدائش کے پچاس سال کے بعد آزاد کیا، حافظ ابن عبدالبر ؒ لکھتے ہیں:

واعتقها أبو لهب بعد ما هاجر النبي ﷺ إلى المدينة[1]

''ابولہب نے اپنی لونڈی ثوبیبہ کو آپؐ کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آزاد کیا۔''

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی لکھتے ہیں:

''جب آپ ﷺ نے اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہؓ سے شادی کی تو ثوبیبہ ابھی تک لونڈی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آتیں اور آپ ﷺ اور اُمّ المؤمنین خدیجہؓ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے۔''[2]

بلکہ اُمّ المؤمنین خدیجہؓ نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ ابولہب کی لونڈی ثوبیبہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں تو انہوں نے آپ ﷺ کی دل جوئی کی خاطر ابولہب سے ثوبیبہ کو خرید کر آزاد کرنا چاہا، لیکن ملعون ابولہب نے اسے بیچنے سے انکار کردیا اور جب آپ ﷺ مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے تب ابولہب نے ثوبیبہ کو آزاد کیا۔[3]

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت تاریخی حقائق کے بھی خلاف ہے، لہٰذا یہ قطعاً صحیح نہیں۔

ثانیاً: مذکورہ خواب جس نے بھی دیکھا ہے، ظن غالب ہے کہ اسے کفر کی حالت میں دیکھا ہے اور غیر مسلم کا خواب تو درکنار شریعت میں اس کا بیان بھی حجت نہیں۔

ثالثاً: مذکورہ روایت میں جو واقعہ ہے، وہ شریعتِ اسلامیہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے اور شریعت اسلامیہ کے آنے کے بعد جب تورات، زبور اور انجیل جیسی آسمانی کتابیں ہمارے لیے حجت نہیں ہیں تو پھر ابولہب جیسے کافر و ملعون کا عمل ہمارے لیے کیسے حجت ہو سکتا ہے۔

2014

۱ الاستیعاب: ۱/ ۱۲

۲ الوفا باحوال المصطفیٰ: ۱/ ۱۷۸، ۱۷۹

۳ الطبقات: ۱/ ۱۰۹، ۱۰۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رابعاً: مذکورہ روایت میں اگر میلاد کی دلیل ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ بھی اس پر عمل کرتے۔ عہدِ نبوی، عہدِ صحابہ اور اس کے بعد کے اَدوار میں اس پر عمل نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس روایت میں 'عیدِ میلاد' کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

غلط فہمی نمبر ۴

کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس بارے میں آپؐ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسی دن میری پیدائش ہوئی ہے اور اسی دن مجھے رسالت ملی ہے۔

وضاحت

اوّلاً: اس حدیث سے عیدِ میلاد کے جواز کے بجائے اس کی تردید ثابت ہوتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا ہے اور اگر یہ عید کا دن ہوتا تو آپ ﷺ ہرگز ہرگز روزہ نہ رکھتے، کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن روزہ رکھا ہے، لہٰذا آپ ﷺ کی پیدائش کا دن 'عید میلاد' یا کسی بھی طرح کی عید کا دن نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً: آپ ﷺ نے اپنی ولادت کی تاریخ (۹ یا ۱۲ ربیع الاول) کو نہیں بلکہ ولادت کے دن (پیر) کو روزہ رکھا ہے، خواہ اس دن کوئی بھی تاریخ ہو یا یہ دن کسی بھی ہفتہ یا کسی بھی مہینہ میں ہو لہٰذا جو شخص پورے سال کو چھوڑ کر صرف ایک مہینہ اور اس میں بھی صرف ایک ہی ہفتے اور اس میں بھی صرف ایک ہی دن کو اہمیت دیتا ہے تو گویا کہ وہ آپ ﷺ کی سنت کی اصلاح کر رہا ہے اور یہ بہت بڑی جسارت ہے۔

ثالثاً: آپ ﷺ نے مذکورہ حدیث میں پیر کے دن روزہ رکھنے کے دو سبب بتلائے ہیں، ایک یہ کہ آپ ﷺ اسی دن پیدا ہوئے اور دوسرا یہ کہ اس دن آپ ﷺ کو رسالت ملی، یہ دونوں چیزیں ایک ہی دن واقع ہوئی ہیں، لیکن دونوں کی تاریخ الگ الگ ہے، چنانچہ آپ ﷺ کی

---

۱ صحیح بخاری: ۱۹۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولادت ۹ یا ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی اور آپ ﷺ کو رسالت ۲۱ رمضان کو ملی، لہٰذا اگر پیدائش کی تاریخ کو 'عید میلاد' منانا چاہیے تو رسالت کی تاریخ کو 'عید رسالت' بھی منانا چاہیے بلکہ اس پر تو زیادہ زور دینا چاہیے، کیونکہ رسالت ہی آپ ﷺ کی عظمت کا سبب ہے، نیز اس کا اقرار ہمارے کلمہ کا ایک حصہ بھی ہے! اور اگر 'عید رسالت' منانا درست نہیں تو 'عید میلاد' منانا بھی غیر درست ہے۔

رابعاً: آپ ﷺ صرف پیر ہی کا روزہ علیحدہ طور پر نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ جمعرات کا بھی روزہ رکھتے تھے، لہٰذا سنت کے آدھے حصّے کو اہم سمجھنا اور دوسرے آدھے کو فراموش کر دینا سنّتِ رسول کو بدلنا ہے اور یہ ناجائز ہے۔

خامساً: آپ ﷺ نے پیر کے دن روزہ رکھنے کی یہ وجہ بھی بتلائی ہے کہ اسی دن بندوں کے اعمال ربِّ جلیل کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔[1]

ظاہر ہے کہ یہ خصوصیت پیر کے دن کو حاصل ہے نہ کہ ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کو، کیونکہ یہ تاریخ تو ہر سال پیر کے علاوہ دوسرے دنوں میں پڑتی رہتی ہے بلکہ بسااوقات یہ تاریخ جمعہ کو بھی آجاتی ہے، اب جس وجہ سے آپ ﷺ پیر کا روزہ رکھتے تھے (یعنی اعمال کا بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونا) یہ وجہ جمعہ کے دن ہرگز نہیں پائی جاتی نیز جمعہ کے دن خصوصی روزہ رکھنا بھی حرام ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ روزہ رکھنے میں پیر کے دن کا اہتمام کرتے تھے نہ کہ کسی تاریخ کا، خواہ اس میں کوئی بھی دن آئے، پس دن کو چھوڑ کر تاریخ کا اہتمام کرنا سنّتِ رسول کے سراسر خلاف ہے۔

سادساً: آپ ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن جو عمل کیا ہے، وہ ہے: "روزہ رکھنا" لیکن عید میلاد میں اس کے بالکل خلاف عمل ہوتا ہے۔ میلاد منانے والے نہ صرف یہ کہ روزہ نہیں رکھتے بلکہ اس دن وہ کھانے کا جو اہتمام کرتے ہیں، ایسا شاید ہی کسی اور دن ہو۔ اب سوچیے کہ یہ آپ ﷺ سے محبت ہے یا آپ ﷺ سے عداوت ہے۔

۱ جامع ترمذی: ۷۴۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابعاً: مذکورہ روایت میں اگر میلاد کی دلیل ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ بھی اس پر عمل کرتے۔ عہدِ نبوی، عہد صحابہ اور اس کے بعد کے ادوار میں اس پر عمل نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس روایت میں 'عید میلاد' کی دلیل نہیں ہے۔

غلط فہمی نمبر ۵

کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ یوم عاشورا کا روزہ رکھتے تھے اور اس کا حکم بھی فرماتے تھے، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دلائی تھی اور ہمیں بالاولی چاہیے کہ آپ ﷺ کی ولادت کے بابرکت دن کا روزہ رکھیں۔

وضاحت

اوّلاً: اس حدیث سے بھی عید میلاد کے جواز کے بجائے اس کی تردید ثابت ہوتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی فتح کے دن روزہ رکھا ہے، عید نہیں منائی ہے۔ کیونکہ اگر عید مناتے تو آپ ﷺ اس دن ہر گز ہر گز روزہ نہ رکھتے، اس لیے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔[1] غور کیجیے کہ آپ ﷺ تو روزہ رکھیں اور ہم عید منائیں۔ یہ آپ ﷺ کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟

ثانیاً: آپ ﷺ نے عاشورا کے روزہ کی فضیلت میں موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا حوالہ دیا ہے، نہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا۔ اب یوم فتح کا یوم پیدائش سے کیا تعلق؟ غور کیجیے کہ جس طرح فرعون سے نجات، موسیٰ علیہ السلام کی فتح ہے، اسی طرح فتح مکہ بھی آپ ﷺ کی عظیم فتح ہے، لیکن اس مماثلت کے باوجود بھی فتح مکہ کے دن ایسا کوئی اہتمام جائز نہیں ہے، تو پھر یوم پیدائش جس کا اس حدیث سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اس کا جواز اس حدیث سے کیونکر نکل سکتا ہے؟

ثالثاً: آپ ﷺ کے عاشورا کا روزہ رکھنے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام کی فتح ہوئی ہے بلکہ آپ ﷺ مکہ میں شروع ہی سے عاشورا کا روزہ رکھتے چلے آرہے تھے، البتہ جب

۱ صحیح بخاری: ۱۹۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے اس کا تاکیدی حکم صادر فرما دیا اور جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا، البتہ اس کے استحباب کو آپ ﷺ نے باقی رکھا۔[1]

معلوم ہوا کہ عاشورا کے روزہ کی اصل وجہ موسیٰ علیہ السلام کی فتح نہیں تھی، البتہ آپ ﷺ نے اس روزہ کی فضیلت میں یہ بات بھی شامل کر لی تھی۔

رابعاً: آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے پر یہ تعلیم بھی دی کہ یوم عاشورا کے ساتھ ساتھ ایک دن کا روزہ اور رکھا جائے تاکہ یہود کی مشابہت نہ ہو۔[2]

غور کیجیے کہ جب اس حدیث میں مذکور اصل سنت ایک دن کی نہیں ہے تو اس حدیث سے ایک روزہ عید میلاد کا ثبوت کہاں سے نکل سکتا ہے جس کا اس حدیث سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

خامساً: دلچسپ بات یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں جو اصل تعلیم ہے وہ ہے عاشورا کے دن روزہ رکھنا، لیکن افسوس ہے کہ میلاد منانے والوں نے بڑی بے دردی سے اس سنت کا گلا گھونٹ دیا ہے، چنانچہ جب محرم میں عاشورا کا یہ دن آتا ہے تو یہ لوگ اس دن روزہ رکھنے کے بجائے کھانے پینے کا کچھ زیادہ ہی اہتمام کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر شربت پلاتے ہیں اور اس دن اُنہیں یہ حدیث یاد نہیں آتی، بلکہ یاد دلانے پر بھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتے، لیکن حیرت ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں یہی حدیث اُن کی نظر میں بہت اہم ہو جاتی ہے، حالانکہ اس مہینے سے اس حدیث کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے! سوال یہ ہے کہ جن کی نظر میں مذکورہ حدیث کی اصل تعلیم قابل عمل نہیں ہے، وہ اسی حدیث سے دیگر چیزیں ثابت کرنے کی جرات کیسے کرتے ہیں۔

سادساً: مذکورہ روایت میں اگر میلاد کی دلیل ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ بھی اس پر عمل کرتے۔ عہد نبوی، عہد صحابہ اور اس کے بعد کے اَدوار میں اس پر عمل نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس روایت میں 'عید میلاد' کی دلیل نہیں ہے۔

2014

۱ صحیح بخاری: ۲۰۰۲؛ ۲۰۰۴

۲ صحیح مسلم: ۱۳۳۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ